# عہدِ نبوی کا تاریخی جائزہ[1]

## ہجرت

## (۴)

از جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب پروفیسر عربی دہلی یونیورسٹی

بیعت عقبہ سے قریشی اکابر گھبرا گئے، انھیں یقین ہوگیا کہ محمد نے اُن سے لڑنے کے لئے بیعت کی ہے، انھوں نے فیصلہ کیا کہ محمد کا خاتمہ کرکے بیعت سے پیدا ہونے والے خطروں کا سدِباب کر دینا چاہئے، وہ جانتے تھے کہ اگر ان کے کسی ایک خاندان نے رسول اللہ کو قتل کیا تو اسے بنو ہاشم و مُطّلب کے غیظ اور انتقام کا نشانہ بننا پڑے گا اس لئے طے ہوا کہ قریش کے ہر خاندان سے ایک ایک جوان چُنا جائے اور یہ سب مل کر رسول اللہ کے قتل میں شریک ہوں تاکہ ان سے انتقام لینا ہاشمیوں کے بس سے باہر ہو جائے۔ رسول اللہ کو اس سازش کا علم ہوگیا، انھوں نے ہجرت کا عزم کر لیا، بیعت کے تیسرے ماہ ایک رات وہ اپنے مقرب ابو بکر صدیق کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوگئے، انھیں اندیشہ تھا کہ قریش کے گماشتے ان کا تعاقب کریں گے اس لئے مکہ کے قریب وہ ایک غار میں جو غارِ ثور کے نام سے موسوم تھا چھپ گئے اور وہاں تین راتیں گذاریں۔ اس اثنا میں قریش کے گماشتے تلاش میں ناکام ہو کر مکہ لوٹ گئے۔ رسول اللہ مع ابو بکر اپنی تیز رو اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر جسے چار سو روپئے میں خریدا تھا دو اور عربوں کے ساتھ جن میں سے ایک رہبر تھا، مدینہ روانہ ہوگئے۔

دس بارہ دن کا سفر کرکے رسول اللہ مدینہ کے ایک بیرونی محلہ میں اترے جہاں اوس کی کثیر خاندان شاخ عمرو بن عوف کی بستیاں تھیں، یہاں دو ہفتے قیام کے بعد رسول اللہ کی سواری اندرونی شہر کی طرف روانہ ہوئی وہ اوسی محلہ سے گذرتے تو اوسی نقیب انھیں اپنے ساتھ ٹھہرنے کی دعوت دیتے تاکہ رسول اللہ کا

---

[1] اس مضمون کی قسط ۳ کا عنوان "رسول اللہ کی ولادت" غلط تھا اسے "عہد نبوی کا تاریخی جائزہ" پڑھا جائے

تقرب حاصل ہوا اور جب خزرجی محلوں سے گذرتے تو خزرجی نقیب اپنے ساتھ ٹھہرنے کی درخواست کرتے تاکہ رسول اللہ کی جسمانی قربت سے ان کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہو۔ دونوں قبیلوں کی رقیبانہ رجحانات کے پیشِ نظر رسول اللہ نے اپنے دادا کی ننھیال میں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا جس کا تعلق قبیلۂ خزرج کے نجاری خاندان سے تھا۔ وہ اس خاندان کے ابوایوب انصاری کے گھر کے باہر ایک صاف ستھرے چوک میں اپنی اونٹنی سے اُترے۔ ابوایوب کا مکان دو منزلہ تھا، وہ اپنی بیوی کے ساتھ اوپر کی منزل میں رہتے تھے، ان کے ساتھ بال بچے نہیں تھے، گھر صاف ستھرا اور ماحول پُرسکون تھا۔ رسول اللہ کے پہنچتے ہی اوس و خزرج کے نقیبوں کے گھر سے ان کے لئے کھانے کے تحفے آنے لگے، پہلا تحفہ مشہور صحابی زید بن ثابت کی ماں کا تھا، انھوں نے ایک بادیہ میں روٹی، گھی اور دودھ سے تیار کیا ہوا پسندیدہ کھانا ثرید بھیجا، زید بن ثابت یہ کھانا لے کر آئے، وہ ابھی لوٹے بھی نہ تھے کہ سعد بن عُبادہ خزرجی نقیب کا بادیہ آگیا اس میں بھی ثَرید و عُراق[1] تھا۔ رسول اللہ کا قیام ابوایوب کے گھر سات ماہ رہا، اس اثنا میں ہر رات تین بار اوسی و خزرجی گھروں سے ان کے لئے کھانا آتا رہا[2]۔ کسی نے ابوایوب کی بیوی سے پوچھا کہ رسول اللہ کو کون سا کھانا پسند تھا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ خود کسی کھانے کی فرمائش یا مذمت نہیں کرتے تھے لیکن ابوایوب نے مجھے بتایا کہ ایک رات وہ اس بادیہ میں رسول اللہ کے ساتھ شریکِ طعام تھے جو نقیب سعد بن عُبادہ نے بھیجا تھا اور جس میں طَفَیشَل نامی سالن تھا، یہ سالن رسول اللہ نے بڑی رغبت سے کھایا، ایسی رغبت انھوں نے دوسرے کھانوں سے ظاہر نہیں کی تھی، ہم بھی رسول اللہ کے لئے طَفَیشَل پکانے لگے، ہریس بھی پکاتے تھے، یہ بھی انھیں پسند تھا، رات کے کھانے پر ان کے ساتھ کبھی پانچ کبھی چھ اور کبھی دس تک آدمی ہوتے تھے[2]۔ رسول اللہ کو ابوایوب کے گھر کا پانی موافق نہیں آیا، اس لئے وہ ان کے لئے اچھا پانی اُنس نامی کنویں سے منگوایا کرتے تھے

---

[1] بر وزن غُراب، عَرق بفتح العین کی جمع، کم گوشت ہڈی کا لذیذ سالن جسے عرب بہت پسند کرتے تھے۔

[2] ابن سعد ۱/ ۲۳۷ انساب الاشراف ۱/ ۲۶۷

سات ماہ بعد جب رسول اللہ اپنے گھر منتقل ہوئے تو انس بن مالک ، بہنداور حارثہ بیوت السقیا نامی کنوؤں سے دیگچوں میں بھر کر رسول اللہ کے گھر پانی پہنچاتے تھے [1] قیل لأم ایوب وکان مقام رسول اللّٰہ فی منزل زوجها سبعة أشهر أی الطعام کان احبّ إلی رسول اللّٰہ : فقالت : ما رأیته أمر بطعام یصنع له بعینه ولا رأیته ذم طعاما قط ولکن أبا أیوب أخبرنی أنه تعشّی معه لیلة من قصعة ارسل بها سعد بن عُبادة فیها طفیشل فرآه ینهکها نهکا لم یره ینهك غیرها فکنا نعمل له وکنا نعمل له الهریس فنراه یُعجبه ، وکان یحضر عشاءه الخمسة إلی الستة إلی العشرة۔ [2]

## مشکلات

مدینہ آکر رسول اللہ کو تین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ اقتصادی ، قیادتی اور مذہبی وہ جب تک مکہ میں تھے انھیں نہ رہائش کی کوئی تکلیف تھی ، نہ کھانے پہننے کی ، نہ روپیہ پیسہ کی ، ان کا ذاتی فراخ و پر آرام مکان تھا ، ان کی مال دار بیوی خدیجہؓ اپنی وسیع اور پھلتی پھولتی تجارت سے اتنا وافر کما لیتی تھیں کہ رسول اللہ اور ان کے متعلقین کو ہر طرح کی آسائش میسر تھی اور اتنا روپیہ پس انداز ہو جاتا تھا کہ وہ دوسروں پر خرچ کرتے تھے ۔ رسول اللہ ہجرت کرکے مدینہ آئے تو ایک انصاری کے گھر سات ماہ تک ٹھہرے ۔ ان کا اپنا مکان نہ تھا ، نہ مکان بنانے کے وسائل ۔ ان کے میزبان ابو ایوب اور دوسرے انصاری مقرب ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے تھے ، ان کے پاس اتنا پیسہ نہ تھا کہ اپنی دوسری ضروریات رفع کرتے ۔ ہجرت کے چار ماہ بعد انھوں نے بال بچوں کو مکہ سے بلایا تو ان کے سفر خرچ کا بندوبست ابو بکر صدیق سے ڈھائی سو درہم لے کر کیا۔ [3]

---

[1] انساب الاشراف ۱/ ۵۲۵

[2] ایضاً ۱/ ۵۲۵ ، ابن سعد ۱/ ۴/ ۵۰۔

[3] انساب الاشراف ۱/ ۲۶۹ ، ابن سعد ۸/ ۶۳

ابوبکر صدیق ہجرت کے وقت دو ڈھائی ہزار روپئے مدینہ لے آئے تھے ہجرت کے ساتویں ماہ ان کا خاندان آیا تو اسے ایک دوسرے انصاری کے گھر ٹھہرایا گیا اور کچھ دن بعد انصاری نقیبوں نے ان کے لئے دو تین کمرے مسجد سے متصل بنوائے تو ان میں خانہ ثانہ تھا نہ گرہستی کا سامان۔ رسول اللہ کی منگنی تین سال پہلے عائشہؓ سے ہوئی تھی، عائشہ کو مدینہ آئے کئی ہفتے گذر گئے لیکن وہ رخصت ہوکر رسول اللہ کے گھر نہ جا سکیں۔ کیوں کہ ان کے پاس مہر ادا کرنے کے لئے روپیہ نہ تھا۔ ان کے خسر ابوبکرؓ نے یہ رقم ادا کی تو عائشہؓ کی رخصتی عمل میں آئی[۱]۔ نئے گھر میں رسول اللہ کے لئے دودھ کھجور اور کھانا انصاری گھروں سے آتا تھا، کھانا پکانے کا سامان اکثر ان کے گھر میں موجود نہ ہوتا تھا۔ ایک بار ابوبکر صدیق نے بکری کی ران بھیجی تو اس دن نہ جلانے کے لئے تیل تھا نہ پکانے کے لئے کچھ[۲]۔ مکہ میں رسول اللہ اپنی دوسری بیوی سودہ، دولڑکیوں فاطمہ اور ام کلثوم نے پالک زید بن حارثہ، اُن کے لڑکے اُسامہ بن زید، ابورافع (مولیٰ) ام ایمن (کھلائی) اور علی بن ابی طالب کے کفیل تھے، یہ سب مدینہ آگئے تو ان کی کفالت رسول اللہ کے لئے پریشان کن مسئلہ بن گئی۔ ان ایام میں علی حیدر کی ناداری کا حال خود ان کی زبانی سننے کے قابل ہے جاڑوں کی ایک صبح میں گھر سے بھوکا نکلا تو مجھے سردی محسوس ہونے لگی۔ میں نے ایک کٹی ہوئی سوراخ دار کھال لی جو گھر میں موجود تھی، اس کے شگاف سے سر نکال کر اسے گلے میں ڈال لیا اور گرمی حاصل کرنے کے لئے اسے سینہ پر باندھ لیا، خدا کی قسم، نہ تو میرے پاس گھر میں کھانے کے لئے کچھ تھا نہ رسول اللہ کے گھر میں، ان کے پاس اگر کچھ ہوتا تو مجھے ضرور اس کی خبر ہوتی، میں مدینہ کی بیرونی بستی میں نکل گیا، ایک یہودی نے اپنے باغ کی دیوار سے سر نکال کر کہا: بدو، کیا ایک ڈول پانی کے بدلے ایک کھجور لے گا؟ میں نے آمادگی ظاہر کی، اس نے باغ کا دروازہ کھول دیا اور میں اندر چلا گیا۔ میں کنوئیں سے ایک ڈول

---

[۱] ابن سعد ۸/۶۳

[۲] ابن سعد ۱/۴۰۵

پانی نکالتا اور وہ مجھے ایک کھجور دے دیتا، جب میری مٹھی کھجوروں سے بھر گئی تو میں نے کہا: بس میرے لئے اتنی کھجوریں کافی ہیں، انھیں کھا کر میں نے پانی پیا اور رسول اللہ کے پاس مسجد میں چلا گیا جہاں وہ ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر میں (ہجرت سے پہلے مدینہ میں رسول اللہ کے نمایندے) مصعب بن عمیر سامنے سے نمودار ہوئے، ان کے جسم پر ایک پیوند لگی چادر تھی۔ رسول اللہ نے پیوند دیکھے تو انھیں مکہ میں مصعب کی ٹھاٹ دار زندگی یاد آگئی جب وہ عطر میں بسے ہوئے عمدہ کپڑے اور اعلی قسم کے جوتے پہنا کرتے تھے[۱] اور اب (وہ ایسے مفلس تھے کہ) ان کے تن پر پھٹی ہوئی چادر تھی، اس خیال سے رسول اللہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے[۲]۔ ہجرت کے دوسرے سال علی حیدر کی فاطمہؓ سے شادی ہوئی تو وہ بالکل تہی دست تھے، ان کا مہر ایک زرہ بکتر دو سو پچاس درہم میں بیچ کر ادا کیا گیا جو رسول اللہ نے انھیں عطا کی تھی، اسی رقم سے رسول اللہ نے فاطمہؓ کے لئے خانہ داری کی کچھ ضروری چیزیں مہیا کیں۔

رسول اللہ کے کئی درجن ہاشمی و مطلبی رشتہ دار اور دوسرے قریشی مع بال بچوں کے مدینہ آگئے تھے، ان میں سے اکثر مکہ کے خوش حال تاجر تھے، معدودے چند کو چھوڑ کر مدینہ میں تقریباً سب ہی بے سر و سامان پریشاں حال اور مختلف قسم کی معاشی اور سماجی زحمتوں سے دوچار تھے۔ انصار نے عارضی طور پر انھیں اپنے گھروں میں ٹھہرا لیا تھا اور ان کے کھانے پینے کا کلی یا جزئی بندوبست بھی کرتے تھے لیکن عرصہ تک نوواردوں کے قیام و طعام سے عہدہ برآ ہونا ان کے بس سے باہر تھا، ان کے چند خاندان ہی مرفہ الحال تھے، باقی کی معاشی بنیادیں کمزور تھیں، وہ زراعت، نخلستانوں، دستکاری، معمولی تجارت کے ذریعہ روزی حاصل کرتے تھے۔ سال میں کچھ ہفتے ایسے بھی گذرتے جب ان کے پاس پیٹ بھرنے

---

[۱] استیعاب (ابن عبدالبر، حیدرآباد) ۱/ ۲۷۹

[۲] کنزالعمال (متقی برہان پوری، حیدرآباد) ۳/ ۳۲۱

[۳] ایضاً ۷/ ۱۱۱

کے لئے کھجور کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ میزبان و مہمان کے تعلقات کچھ دن خوشگوار رہے پھر پیچیدگیاں اور بدمزگیاں پیدا ہونے لگیں اور انصار کا غیر ہمدرد طبقہ اور خاص طور پر وہ نمائشی مسلمان جنھیں قرآن میں منافق کا لقب دیا گیا ہے مہاجرین کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا۔ مکہ کے معزز، متمول اور دوسروں کو کھلانے پلانے والے باوقار، باتمکین ہاشمی و قریشی رشتہ داروں کو افسردہ محتاج اور انصار کا دست نگر دیکھ کر رسول اللہ کو بڑا دکھ ہوتا تھا۔

اپنی اور اپنے متعلقین کی بے سروسامانی، ہاشمی وغیر ہاشمی مہاجرین کی خستہ حالی کے علاوہ رسول اللہ کی فکروں میں مدینہ کے ایک نومسلم طبقہ نے اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا، یہ طبقہ شہر کے بے سہارا اور ادھر اُدھر سے آئے ہوئے عربوں پر مشتمل تھا جو ایک خوش حال زندگی کی امید میں مسلمان ہو گئے تھے، ان کے ہاتھ میں نہ پیسہ تھا، نہ جسم پر کپڑا، نہ پیر میں جوتا، ان کی ایک جماعت کی نشست و برخاست مسجد نبوی کے سائبان میں تھی، یہ لوگ ننگے جسم، ننگے پیر، ننگے سروں میں ادھر اُدھر مزدوری کی تلاش میں نکل جاتے تھے یا جنگل سے ایندھن جمع کر کے بیچتے تھے، ننگے جسموں ہی سے نماز پڑھتے، انھیں کبھی مزدوری ملتی ہی نہ تھی اور کبھی اتنی کم ملتی کہ ان کا گذارا نہ ہوتا تھا، انھیں کبھی رسول اللہ کے گھر کچھ کھانے کو مل جاتا، کبھی انصاری گھروں سے، یہ لوگ زیادہ تر بھوکے رہتے تھے، کھانے، کپڑے اور پیسہ کے لئے ان کی نظریں رسول اللہ کی طرف اٹھتیں لیکن وہ ان کی مدد کرنے سے خود کو قاصر پاتے۔

ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد جب رسول اللہ قریش سے لڑنے بدر روانہ ہوئے تو ان کی زبان پر یہ دعا تھی: مالک، میرے ساتھیوں کے پیروں میں چھالے پڑ گئے ہیں، انھیں سواری عطا کر، ان کے پاس کپڑا نہیں، انھیں کپڑا دے، وہ بھوکے ہیں، انھیں پیٹ بھر کھانا دے، وہ مفلس ہیں انھیں دولت عطا کر۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ، اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ، اللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ وَعَالَةٌ فَأَغْنِهِمْ[1]۔

اعلان نبوت کے تیرھویں سال انصار کے جن ستر نمائندوں نے بیعت کی تھی وہ اس

---

[1] ابن سعد ۲/۲۰، مغازی (واقدی، کلکتہ) ص ۱۹، ابن عبد الحکم (تاریخ مصر، لندن) ص ۲۵۰

و خزرج کے سارے نمایندوں پر مشتمل نہیں تھے، ان دونوں قبیلوں کی ایک اقلیت کے نمایندے بیعت میں شریک ہوتے تھے۔ بیعت کرنے والوں میں معدودے چند کو چھوڑ کر جو پختہ کار سن رسیدہ اور صف اول کے لیڈر تھے باقی دوسرے اور تیسرے درجہ کے ادھیڑ و جوان لوگ تھے، جن کا مقصد رسول اللہ کی قیادت میں اُبھرنا اور اپنی قوم میں رسوخ بڑھانا تھا۔ اقلیت کے نمایندوں کو اسلام یا رسول اللہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، ان میں سے کچھ حنیفی مُوحد تھے، بعض کا رجحان عیسائیت کی طرف تھا اور بیشتر یہودی نظریات و عقائد سے متاثر تھے۔ انھوں نے اکثریت کے دباؤ میں آکر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن وہ ہر معاملہ میں رسول اللہ کی بے چون و چرا اطاعت کرنے کو تیار نہیں تھے انھیں یہ بات بھی کھٹکتی تھی کہ رسول اللہ نے انھیں نظرانداز کرکے اُن سے کم عمر، کم تجربہ اور کم صلاحیت لوگوں کو اپنا مقرب اور قبائلی لیڈر (نقیب) بنا لیا تھا، ان میں سے بعض کو اندیشہ تھا کہ اگر انھوں نے رسول اللہ کی بے چون و چرا اطاعت کی تو ان کے مفادات کو نقصان پہنچے گا اور قبیلہ میں ان کا اثر و رسوخ کم ہو جائے گا، بعض کا خیال تھا کہ بہت سے مقامی اور قبائلی معاملات میں ضروری ہے کہ رسول اللہ کی رائے سے ان کے عدم تجربہ یا ناواقفیت کی بنا پر اختلاف کیا جائے اور انھیں مناسب مشورہ دیا جائے۔

مکہ سے روانہ ہو کر رسول اللہ سب سے پہلے مدینہ کے باہر اوس کی ایک وسیع شاخ عمرو بن عَوف کے محلہ میں اُترے، یہاں ان کی پذیرائی سعد بن خَیثمہ نے کی جنھیں بیعت عَقبہ کے موقع پر رسول اللہ نے عمرو بن عوف کا رسمی لیڈر (نقیب) مقرر کیا تھا، یہاں قریب دو ہفتے قیام کے دوران ان کی ملاقات قبیلہ کے ایک معمر پختہ کار زعیم ابو عامر راہب سے ہوئی، ابو عامر بیعت عَقبہ میں شریک نہیں ہوا تھا اس نے قبیلہ کے دباؤ میں آکر بادل ناخواستہ اسلام قبول کر لیا تھا اور ایک خبر یہ ہے کہ وہ مسلمان ہوا ہی نہیں تھا، اسے مذاہب کے مطالعہ کا شوق تھا، عیسائی راہبوں اور یہودی علماء سے مذہبی گفتگو کیا کرتا تھا، گاہے گاہے شام جاتا اور وہاں کے ممتاز راہبوں سے ملتا، وہ خود ابراہیمی توحید کا قائل تھا۔ موٹے اون کے کپڑے پہنتا اور سادہ راہبانہ

زندگی بسر کرتا تھا۔ اس نے رسول اللہ سے پوچھا: محمدؐ تمھارا کیا مذہب ہے؟ رسول اللہ: وہی جو ابراہیم کا تھا، توحیدِ خالص۔ ابو عامر: میں تو پہلے سے اس پر عامل ہوں۔ رسول اللہ: تم کہاں اس پر عامل ہو! ابو عامر: میرا اسی پر عمل ہے، البتہ تم نے ابراہیمی مذہب میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں داخل کر دی ہیں۔ رسول اللہ: میں نے ابراہیمی مذہب کو آلودگیوں سے پاک وصاف کر دیا ہے[1]۔ ابو عامر رسول اللہ کی گفتگو سے مطمئن نہیں ہوا، رسول اللہ اس سے بے چون وچرا اطاعت چاہتے تھے، وہ اس کے لئے تیار نہ تھا، محلہ میں اس کے ہم خیال دوسرے ممتاز لوگ بھی اس کی طرح رسول اللہ سے بدظن تھے، اُن کے اشارہ سے کچھ لوگ رات میں رسول اللہ پر اینٹیں بھی پھینکا کرتے تھے[2]۔ رسول اللہ نے اپنی حفاظت کے لئے اپنے رشتہ دار خزرجی خاندان بنو نجار کو طلب کیا، ان کے بہت سے جوان مسلح ہو کر آگئے، بنو نجار میں رسول اللہ کے دادا عبدالمطلب کی ننھیال تھی، رسول اللہ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، ان کے راستہ میں ایک دوسرا انصاری محلہ آیا، وہاں اس محلہ قسم کے لوگوں نے جو بیعت عقبہ میں شریک ہوئے تھے انھیں اپنے ساتھ ٹھہرنے کی دعوت دی، یہ محلہ چھوٹا تھا، رسول اللہ کو حفاظت کا انتظام ناکافی نظر آیا، وہ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے کہ اونٹنی مامور ہے یعنی اسی جگہ رکے گی جہاں خدا کی طرف سے اسے رکنے کا حکم ہے۔ انھوں نے عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلُول کے محلہ کا رخ کیا، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا عبداللہ ایک تجربہ کار، صلح پسند، دور اندیش، بارسوخ خزرجی لیڈر تھا، جس کا احترام اوس وخزرج کے دونوں قبیلے کرتے تھے۔ عبداللہ نے بیعت عقبہ والا حج اپنے بہت سے متبعین کے ساتھ کیا تھا لیکن اسے بیعت کا علم نہیں تھا، نشر انصاریوں نے اس سے بیعت مخفی رکھی تھی، انھیں پہلے سے عبداللہ کی رائے معلوم تھی کہ وہ رسول اللہ کے مدینہ آنے کے حق میں نہیں ہے، اسے بہت سے اندیشے

---

[1] سمہودی (وفاء الوفاء، مصر) ۱/۲۱۹، دیار بکری (تاریخ الخمیس، مصر) ۲/۱۳۰

[2] یعقوبی ۲/۴۱

لاحق تھے۔ ان میں سے ایک اس کے لئے سخت حوصلہ شکن یہ اندیشہ تھا کہ رسول اللہ کے آنے سے دونوں قبیلوں میں اس کے وقار، رسوخ اور حاکمانہ اقتدار کو کاری ضرب لگے گی۔ عبداللہ ابنی مزاحم نامی گڑھی کے باہر جسم پر چادر لپیٹے مصاحبوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، رسول اللہ نے اونٹنی روکی اور عبداللہ کے پاس جاکر کہا: میں تمھارے ساتھ ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ نے حیرت اور خفگی سے کہا: اُن لوگوں کے ساتھ جاکر ٹھہرو جنھوں نے تمھیں بلایا ہے[1]۔

ابو عامر راہب سے رسول اللہ کے تعلقات کشیدہ ہوتے چلے گئے، وہ برملا ان پر اعتراض کرتا تھا اور ان کی قیادت کے سامنے جھکنے کو تیار نہ تھا، ہجرت کے چند ماہ بعد ایک وقت ایسا آیا جب رسول اللہ سے اس کے تعلقات سخت ناخوشگوار ہوکر منقطع ہوگئے اور اپنے خاندان کے پچاس ہم خیال لوگوں کے ساتھ وطن چھوڑ کر مکہ چلا گیا، وہاں قریش کے مخالف کیمپ میں ضم ہوا۔ اور دو سال بعد جنگ اُحد میں بڑی گرمجوشی سے رسول اللہ کے خلاف لڑا۔ ابو عامر اپنی قوم (عمرو بن عوف میں بہت سے ہم خیال وہم نوا چھوڑ گیا تھا جو رسول اللہ کے ساتھ تعاون نہیں کرتے تھے اور ان کے بداندیش تھے۔ ابو عامر کے برخلاف عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلُول رسول اللہ سے اُلجھتا نہیں تھا، نہ منہ در منہ ان پر اعتراض کرتا تھا، وہ اپنے مصاحبوں کے حلقوں میں ان پر نقد کرتا تھا اور بہت سے معاملات میں اپنے متبعین کو رسول اللہ سے عدم تعاون کا مشورہ دیتا تھا۔

صفِ اول کا ایک اور اوسی لیڈر جو رسول اللہ کی بے چون وچرا اطاعت کے لئے تیار نہیں ہوا ابو قیس صیفی بن اَسلَت تھا، وہ شاعر تھا اور ابو عامر راہب کی طرح موحد بھی، اوس کی ان چار شاخوں کے اکابر میں اسے حاکمانہ اقتدار حاصل تھا: اُمیّہ بن زید، خَطمہ، وائل اور واقِف۔ ابو عامر راہب کے برخلاف ابو قیس نے رسول اللہ کی کھلم کھلا مخالفت نہیں کی لیکن وہ مسلمان بھی نہیں ہوا، رسول اللہ جب اس کے سامنے قرآن پڑھتے تو وہ واہ واہ کرتا اور جب اسلام

---

[1] سمہودی ۱/ ۲۵۸

لانے کو کہتے تو جھوٹا وعدہ کر کے چلا جاتا۔ ابو قیس اور اس کے زیر اثر چاروں شاخوں کے محلے مدینہ کی یہودی بستیوں سے ملے ہوئے تھے اور ان دونوں کے درمیان ازدواجی و اقتصادی روابط مستحکم تھے۔ یہ چاروں شاخیں یہودی نظریات و رجحانات سے بھی متاثر تھیں۔ رسول اللہ کے استیصال کے لئے ان کے اکابر مدینہ کے یہودیوں سے سازباز کرتے رہتے تھے اور قریش نیز نجد کے متعدد طاقت ور قبیلوں (غَطَفان، فَزارہ، مُرّہ، سُلیم، اسد) کو رسول اللہ کے خلاف بھڑکاتے تھے جس کے نتیجہ میں خندق کا معرکہ ہوا۔ سلہ ھ سے ۵ ھ تک جب ان کے پڑوسی دوست یہودی قبیلوں کی جلاوطنی اور تباہی رسول اللہ کے ہاتھوں مکمل ہو چکی اور دوسری طرف خندق کے معرکہ میں رسول اللہ کے استیصال کے لئے قریش کی تیسری بڑی کوشش ناکام ہوئی اور مدینہ کی مسلم اکثریت کا ان اکابر پر خشمناک دباؤ بڑھا تو یہ اور ان کے ماتحت اوسی عرب مجبور ہو کر مسلمان ہو گئے لیکن ابو قیس صَیفی مرتے وقت تک رسول اللہ کی بے چون و چرا اطاعت سے بچنے کے لئے اسلام سے گریز کرتا رہا[1]۔

رسول اللہ کو توقع تھی جیسا کہ بیعتِ عَقَبہ کے موقع پر انصاری نقیبوں نے انھیں باور کرایا تھا کہ مدینہ کے یہودی قبیلے قَینقاع، نضیر اور قُریظہ مسلمان ہو جائیں گے۔ رسول اللہ مدینہ آنے کے چند دن بعد ہی یہودی اکابر اور مذہبی علماء سے ملے اور انھیں بتایا کہ میں نبی ہوں، وہی نبی جس کے مبعوث ہونے کی تم پیش گوئی کرتے تھے، توراۃ میں جس کے وہی آسمانی صفات بیان کئے گئے ہیں جو مجھ میں موجود ہیں، میں توحید خالص کی دعوت دیتا ہوں جسے ابراہیم، اسماعیل اور موسیٰ نے پیش کیا تھا۔ یہودی اکابر نے کہا کہ ہمیں اپنا مذہب بہت عزیز ہے، ہم اسے کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتے، ہم پہلے ہی سے توحید کے قائل ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں، ہمارے مذہب میں وہ خوبیاں ہیں جو تمھارے مذہب میں نہیں ہیں . . . . . . . . . . . یہودی علماء نے کہا کہ تم وہ نبی نہیں ہو جس کی ہم پیش گوئی کرتے تھے، نہ تم میں وہ صفات موجود ہیں جو مبعوث ہونے والے نبی کی توراۃ میں بیان

---

[1] ابن ہشام ص۲۹۳ طبری ۲/۴۴

کی گئی ہیں، جس نبی کی ہم پیش گوئی کرتے رہے ہیں وہ اسرائیلی نسل کا ہوگا عرب نہیں ہو سکتا اور اس میں وہ ساری صفات بدرجہ اتم موجود ہوں گی جو توراۃ میں بیان کی گئی ہیں، یہودی عالموں نے رسول اللہ سے مذہب، خدا، روح اور پچھلے انبیاء کے بارے میں بہت سے سوالات کئے اور ان کے جوابات سے مطمئن نہیں ہوئے انھیں رسول اللہ میں نبی کی جھلک نظر نہیں آئی، چند یہودی اشخاص نے شخصی مفاد یا کسی مصلحت کے زیر اثر اسلام قبول کرلیا اور شاید ایک دو کے سوا کوئی یہودی دل سے رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا۔ رسول اللہ کئی ماہ تک یہودیوں سے اپنی نبوت کا اعتراف کرانے کی کوشش کرتے رہے، ان کی استمالت کے لئے وہ پہلے سے ہی بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنائے ہوئے تھے، اب ان کی مزید تالیف قلب کے لئے وہ عاشوراء کا روزہ رکھنے لگے اور متعدد یہودی شعائر اسلام میں داخل کر لئے مثلاً رمضان کے روزے، چار رکعتی نماز، خون و مُردہ کی حرمت اور رجم زانی، اس کے باوجود انھیں یہودیوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی، یہودی اکابر اور علماء انھیں اپنے مذہب، آزادی، اور خوش حالی کے لئے سنگین خطرہ تصور کرتے تھے۔

رسول اللہ کو امید تھی اور بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے مدنی اعیان نے انھیں اطمینان بھی دلایا تھا کہ مدینہ کے پڑوس اور مضافات کے سارے عرب قبیلے اسلام لے آئیں گے، مدینہ کے قریب چند قبیلوں کے اوس وخزرج سے باہمی مدد کے معاہدے بھی تھے، بیعت عقبہ کے بعد ان قبیلوں میں اسلام پھیلانے کا کام شروع ہوگیا تھا لیکن قبول اسلام کی رفتار بہت سست تھی، عرب کی نفسیات، جس کی تخلیق نامہربان طبعی حالات سے ہوئی تھی مذہب کے قیود اور نبی کی بے چون وچرا اطاعت سے اِبا کرتی تھی، آزادی فکر وعمل پر ہی اس کی بقا کا دار ومدار تھا اور مذہب ونبی ان دونوں کی راہ میں سنگ گراں تھے۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ نے مدینہ کے پڑوس ومضافات کے عرب قبیلوں مُزینہ، جُہینہ، اسلم، اشجع، غِفار، سُلیم، عَبس، ذُبیان اور فزارہ میں اسلامی دعوت زیادہ وسیع پیمانہ پر شروع کردی، اس کے اجزائے ترکیبی تین تھے۔ توحید، نماز اور اقرار نبوت، کچھ عرصہ بعد اس میں روزہ کا بھی اضافہ ہوگیا، عربوں کے لئے زکاۃ کے بعد اسلام کی سب سے مشکل اور ناقابل قبول قید اقرار نبوت تھی

جس کے معنی تھے مدینہ کے ایک عرب کی بے چون و چرا اطاعت، نہ عام عرب اپنے فکر و عمل پر یہ بیڑی ڈالنے کے لئے تیار تھا۔ اس کے قبائلی سردار جنھیں قرابت میں اپنے حاکمانہ اقتدار اور آزادی عمل کی موت نظر آتی تھی۔ چند عرب قبیلے جیسے جہینہ اور مزینہ انصاری اکابر کے دباؤ میں آ کر جن کے وہ زیرِ اثر تھے اور جن سے ان کے باہمی معاہدے تھے بُرے دل سے مسلمان ہو گئے، باقی نے نہ صرف یہ کہ رسول اللہ کی وفاداری کا حلف لینے سے انکار کر دیا بلکہ انھیں اپنی آزادی و خودمختاری کے لئے خطرہ سمجھ کر ان کے خلاف جارحانہ حرکتیں کرنے لگے اور جب موقع ملتا مسلمان تاجروں، مسافروں اور مدینہ کے باہر چرنے والے مویشیوں کو لوٹ لیتے تھے۔

مختصراً یہ تھی نوعیت ان اقتصادی، قیادتی اور مذہبی مشکلات کی جن سے ہجرت کے بعد رسول اللہ دو چار ہوتے، عرب معاشرہ میں اس شخص کی سرداری تسلیم کی جاتی تھی جو خوب مال دار، طاقت ور اور فیاض ہوتا تھا، ایسے شخص کی عزت ہوتی تھی، رُعب مانا جاتا تھا اور اطاعت کی جاتی تھی، رسول اللہ نے دیکھا کہ مدینہ اور باہر کے بہت سے عرب ان کی مالی بے بضاعتی کے باعث نہ انھیں نبی مانتے ہیں نہ ان کی عزّت کرتے ہیں نہ ان کی اطاعت کرنے کو تیار ہیں، ان حالات میں انھیں معاشی توانائی حاصل کرنے اور اپنی مادی طاقت بڑھانے کا شدت سے احساس ہوا، انھیں یقین ہو گیا کہ جب تک وہ اور ان کے مہاجر رشتہ دار اور ساتھی مفلس و قلاش ہیں، کھانے پینے تک کے لئے انصار کے محتاج، اس وقت تک نہ ان کی بے چون و چرا اطاعت ہو سکتی ہے نہ ان کی اسلامی تحریک فروغ پا سکتی ہے، انھیں یہ بھی یقین ہو گیا کہ جن حالات سے وہ گھرے ہوتے ہیں ان میں معاشی توانائی حاصل کرنے اور مادی وسائل بڑھانے کا عملی طریقہ یہ ہے کہ مخالفوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا جائے اور انھیں شکست دے کر ان کی دولت اور وسائل پر قبضہ کر لیا جائے، ہجرت کے ساتویں ماہ[۱] مخالفوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی بذریعہ وحی ان الفاظ میں اجازت مل گئی۔ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (حج) رسول اللہ اور ان کے مہاجر ساتھیوں کو لڑائی کی اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ ان کے ساتھ ظلم کیا گیا ہے (وطن سے نکلنے پر مجبور کر کے) اور بلاشبہ خدا ان کی مدد پر قادر ہے۔ اگلے سال قرآن نے مخالفوں سے جنگ و قتال ایک مذہبی فریضہ قرار دے دیا۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (انفال) کافروں سے لڑو یہاں تک کہ کفر ختم ہو جائے اور اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب باقی نہ رہے۔

---

[۱] تفسیر طبری ۱۳/۲۲۹، التنبیہ والاشراف (مسعودی لاثمن) صفحہ ۲۳۵، ابن کثیر ۳/۲۲۲

جنگ وقتال کی اجازت پاکر رسول اللہ نے سب سے پہلے قریش کے تجارتی قافلہ پکڑنے کی طرف توجہ مبذول کی ۔ قریش کے قافلے ہفتوں کے وقفہ سے برابر شام کے مختلف شہروں کو آتے جاتے رہتے تھے ۔ مکّہ سے شام جانے والی تجارتی شاہراہ مدینہ سے تقریباً سو میل جنوب مغرب میں بحرِ قلزم کی ساحلی پٹی سے ہوکر گذرتی تھی ۔ ہجرت کے ساتویں ماہ رسول اللہ کے جاسوسوں نے خبر دی کہ قریش کا ایک قافلہ بہت سا تجارتی سامان لیکر شاہراہ سے گذرنے والا ہے ۔ رسول اللہ نے اپنے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کی قیادت میں ایک ٹولی بھیجی جس میں تیس نادار مہاجر تھے ، انصاری کوئی نہ تھا ۔ ٹولی کو سامان چھیننے کا موقع نہیں ملا ۔ قافلہ بہ سلامت مکّہ نکل گیا۔لہ

اس کے بعد اگلے چھ ماہ میں چھ دستے بیس سے دو سو آدمیوں پر مشتمل قریش کے شام آنے جانے والے تجارتی قافلوں پر چھاپے مارنے کے لئے مدینہ سے بھیجے گئے لیکن ہر بار قریشی لیڈر اپنا قافلہ بچا کر صاف بخیریت نکل گئے ۔ ان میں سے چار دستوں کے قائد خود رسول اللہ تھے ۔ ان دستوں کی ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ قریشی قافلہ سہربار خوب چوکنا ہوکر اور موثر حفاظتی تدابیر اختیار کرکے گذرتے تھے ۔ جبکہ رسول اللہ کے دستے ناکافی ہتھیاروں اور باربرداری کا مناسب بندوبست نہ ہونے کے باعث اتنی تاخیر سے مقررہ جگہ پہنچے کہ قافلہ ان کی دست برد سے باہر نکل چکا ہوتا ۔

**پہلا مالِ غنیمت** ہجرت کے سترھویں ماہ رسول اللہ نے آٹھواں دستہ مکہ کے مشرق میں بطن نخلہ کے علاقہ میں بھیجا۔ اس میں بارہ مہاجر تھے ، رسول اللہ کو خبر ملی تھی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ طائف سے مکّہ کی طرف جانیوالا ہے یہ رجب کا مقدس مہینہ تھا جسمیں لڑائی جھگڑا اور لوٹ مار ممنوع تھی ۔ جب دستہ قافلہ کے قریب پہنچا تو قافلہ کا لیڈر انہیں لٹیرا سمجھکر حفاظتی اقدامات کرنے لگا ۔ دستہ کے ایک رکن نے چال چلی ، اس نے اپنا سر منڈا دیا اور ظاہر کیا کہ حج یا عمرہ کرنے مکہ جارہا ہے ۔ حج اور عمرہ سے پہلے عربوں میں بال کٹوانے کا دستور تھا ۔ قافلہ کا لیڈر یہ دیکھکر بے خوف ہوگیا ۔ اور اس نے احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کیں ۔ موقع پاکر دستہ کے قائد عبداللہ بن جحش قافلہ پر ٹوٹ پڑے اور سامان سے لدے ہوئے اونٹ مدینہ لے آئے ۔ اس قافلہ میں شراب ، چمڑے کا سامان اور کشمش تھی ۔ طائف ان تینوں کی اہم منڈی تھا ۔ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے گئے ۔ چار حصے دستے کے ارکان نے لیلئے اور ایک حصہ رسول اللہ کو دیدیا ۔ یہ پہلی فوجی مہم تھی جسمیں مالِ غنیمت حاصل ہوا۔لہ

لہ ابن سعد ۲/۲ سہ ایضاً